شاہ ولی اللہ کی نظر میں اسلام کے سماجی اور اجتماعی اصولوں پر تحقیقی جائزہ

ڈاکٹر کلیم اللہ سادیو
لیکچرار شعبہ اسلامیات، سندھ یونیورسٹی جامشورو سندھ

الحمد للہ الذی خلق الانسان وعلمہ البیان والصلاۃ والسلام علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

اما بعد

اہل علم و تاریخ سے مخفی نہیں کہ برصغیر میں علماء دین نے اسلامی تعلیم کو عوام الناس تک پہنچانے میں اہم کردار ادا فرمایا۔ خواہ تصوف و تبلیغ کے ذریعے یا تدریس و تصنیف کے ذریعے۔ اور اس کے ساتھ علمائے اسلام نے معاشرہ، رسومات، حکومت اور دیگر لوازمات اجتماعیہ کو بھی پیش نظر رکھا۔ برصغیر میں معاشرتی نظام میں اسلامی اجتماعیت کو مروج کرنے کے لیے جن ارباب علم و حکمت نے کاوشیں کیں ان میں حضرت شاہ ولی اللہؒ سرفہرست ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ عہد مغلیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ انھوں نے سیاسی میدان میں کس قدر کامیابیاں حاصل کیں، اس سے قطع نظر ہم ان کے افکار اور خدمات کا جائزہ لیں گے جو انھوں نے اسلامی تعلیم و عقائد میں تبدیلی لانے کے سلسلہ میں کیں۔ ان کے عہد میں علماء اور مذہبی جماعتیں فروعی اور گروہی تنازعات میں الجھی ہوئی تھیں۔ جس سے یہ تاثر ابھر رہا تھا کہ دین اسلام بھی ان تمام ادیان کی طرح ہے جہاں علم الیقین کی ضرورت نہیں ہے۔ جہاں صرف فرسودہ رسومات اور غیر مبہم عقائد و نظریات پر انحصار کیا جاتا ہے۔ اس مبہم اور غیر یقینی دور میں انھوں نے مذہبی

جہالت اور ظلمت کے خلاف علمی اور عملی و اصلاحی جہاد کیا۔ جس کی بدولت اسلامی عقائد، عبادات اور رسومات اور دیگر شعائر صحیح اسلامی حیثیت سے ابھرے اور صحیح اسلامی فکر و نظر اجاگر ہوئی۔

آپ کی جملہ تصانیف غلط رسومات، غلط عقائد اور جہالت و ظلمت کے خلاف جہاد ہیں آپ نے اسلامی تعلیمات کو فقہی و فکری اختلافات سے بچاتے ہوئے ایک متوازن اور مناسب مقام بخشا۔ ان کی نظر نہ صرف مذہبی، فکری اور عبادات و عقائد پر رہی بلکہ انسان، فطرت، قانون حکومت، معاشرہ، رسومات اور دیگر اہم امور جن کا تعلق زندگی کے مختلف شعبوں سے تھا رہی انھوں نے اصلاح معاشرہ اور رسومات کی درستگی کے لیے اسلامی عقائد و عبادات کو مفید قرار دیا۔ موجودہ معاشرہ میں علوم و فنون، ایجادات و رسومات کی ترقی نے جو اجتماعی ہیئت میں تبدیلی پیدا کی ہے اس کے مدنظر یہ امر ضروری ہو گیا ہے کہ کسی ایسے نظام تمدن اور اجتماعیت کی آئینہ داری ہو لیکن اس دور میں اس امر کی نشاندہی کرنا بھی مشکل ہو گیا ہے کہ کون سی اجتماعی فکر اور قانون انسانیت کے لیے مفید یا مضر ہے۔

تاہم اسلامی تعلیمات کی آفاقیت اور ہمہ گیری کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ قرآن کا حامل نظامِ اجتماعیت کل انسانیت کے لیے مفید ہے کیونکہ اس میں بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود مضمر ہے شاہ صاحب نے بھی یہی بات ثابت کی ہے کہ قرآنی نظام تمدن اور اجتماعیت ہی نوع انسان کے مسائل کا حل اور ذریعہ نجات ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ اپنے نظریات و افکار کی بدولت بہت سے ماہرین اجتماعیت سے زیادہ اہمیت کے حامل ہیں۔ کیونکہ ان کے نظریات میں جو اصلاح معاشرہ کی تدابیر مذکور ہیں وہ اپنی جاذبیت عملی کی بنا پر بین الاقوامیت کا درجہ رکھتی ہیں۔ شاہ صاحب جدید و قدیم عمرانیات میں یکساں اہمیت رکھتے ہیں۔ اس لیے بنی نوع انسان کی بہتری اور فلاح کے لیے شاہ صاحبؒ کی تعلیمات و افکار کو خاص و عام کے لیے عام کیا جائے۔ یوں تو ہر ماہر اجتماعیت انسانیت کی فلاح کے بارے میں سوچتا ہے۔ لیکن شاہ صاحب نے اپنے اجتماعی نظریات میں بہت سی سہولتیں دی ہیں۔ اسلام کے نظریۂ آخرت اور عقیدۂ توحید کی تشریح اتنی زوردار اور منطقی انداز میں کی ہے جس پر عمل پیرا انسانیت دین و دنیا دونوں میں کامیاب و کامران ہو سکتی ہے۔ یہی

اجتماعیت کی معراج ہے۔

ہمارے عہد کے علماء و حکماء جو امنِ عالم اور انسانیت کی بہتری کے خواہاں ہیں اور اسلام کی حقانیت اور سچائی کے دعویدار ہیں کیا بتا سکتے ہیں کہ وہ کون سا قطعۂ ارضی ہے کون سی سلطنت و حکومت ہے جہاں عدل و انصاف اور اجتماعیت کے صحیح اصول مروج ہیں۔ اور انسان کس نظامِ حکومت سے خوش ہیں۔ بین الاقوامی اجتماعیت سے قطع نظر عالم اسلام میں جو اجتماعی نظام مروج ہے، کیا وہ صحیح اسلامی اجتماعیت کی عکاسی کرتا ہے؟ کیا وہ آنے والی نسلوں کے لیے یکساں مفید ہے؟ اور کیا اس میں اتنی لچک، صلاحیت موجود ہے کہ غیر اسلامی ملکوں میں مروج اجتماعیت کا مقابلہ کر سکے؟ اور کیا یہ حقیقی اسلامی اجتماعی نظریات اور افکار کو پھیلانے کا موجب ہے؟ جس میں فلاح انسانیت اور نجات انسانیت موجود ہے۔ شاہ صاحب کی تعلیمات اور موجودہ اجتماعی نظام میں تناقص پایا جاتا ہے اور موجودہ اجتماعی نظام کو دیکھتے ہوئے جس میں انسان انسان سے دور ہوتا جا رہا ہے۔ ذہنی و قلبی اور نظریاتی تفاوت و بُعد میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ اقتصادی خوشحالی کا حصول ہی اصل ترقی ہے، کا فلسفہ پروان چڑھ رہا ہے۔ مسلم ممالک میں جو اجتماعی نظام رائج ہے وہ بھی کم و بیش انہی اصولوں پر عمل پیرا نظر آتا ہے۔ اس لیے اسلامی اور غیر اسلامی اجتماعیت کا اندازہ لگانا مشکل ہو گیا ہے۔ لیکن اس تناقص کو شاہ صاحبؒ کی تعلیمات کی روشنی میں ختم کیا جا سکتا ہے اور صحیح اسلامی اجتماعی نظام رائج ہو سکتا ہے۔ ان کے افکار میں اتنی وسعت اور ہمہ گیری ہے کہ انسانی مسائل (جو کہ لامحدود ہیں) کو اپنے دامن میں سمیٹ سکتی ہے اور انسانیت کو صحیح اجتماعی راہ دکھا سکتی ہے۔ جو کہ اسلام کا ہی مقصود و مطلوب ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ کی تعلیمات و تحریکات کو ان کے عہد ہی میں پھیلنے کا موقع مل گیا انہوں نے مذہبی اور فروعی اختلاف سے قطع نظر اجتماعی مسائل پر زور دیا ہے۔ معاشرے کے ذہین لوگ ان کے ہمنوا بن گئے۔ اسلامی ریاست اور حکومت کو طول ملا لیکن مغل بادشاہوں کی غلط حکمت عملی اور اندرونی و بیرونی خدشات و خلفشار، زوال کا سبب بنے۔ لیکن شاہ صاحبؒ کی تعلیم و تحریک جس انداز سے ابھری، برصغیر کے مسلمانوں نے ان کی تعلیمات کو فکری و نظریاتی اور سیاسی مسائل کا واحد حل سمجھتے ہوئے اسے قبول کیا۔

شاہ صاحبؒ کی تصانیف و تعلیمات کو عوام الناس تک پہنچانے اور اشاعت کا اہتمام کرنے میں ان کی اولاد کی کاوشیں قابل قدر ہیں۔ ان کے تلامذہ ارادت مندان اور اہل علم و حکمت میں جو لوگ زیادہ نمایاں ہیں ان میں مولانا عبیداللہ سندھیؒ سرِ فہرست ہیں۔ ان کی پوری زندگی اور تعلیمات افکار شاہ ولی اللہ کی تفسیر ہیں مولانا عبیداللہ سندھیؒ، شاہ صاحبؒ پر سب سے زیادہ تحقیق کرنے والے تھے۔ تقسیم ہند کے بعد جب ہماری اپنی ایک اجتماعی ہئیت، حیثیت اور حقیقت بن گئی اس اجتماعیت پر بھی شاہ صاحبؒ کا اثر غالب رہا۔ کیونکہ متحدہ ہندوستان میں وہی سب سے زیادہ مؤثر قوت کی حیثیت رکھتے تھے۔ جنہوں نے مسلمانوں کے ملی تشخص اور انفرادیت کو برقرار رکھنے کی بھرپور کوشش کی۔

اللہ کے فضل و کرم سے گزشتہ چند سالوں سے مجھے حکیم الامت امام شاہ ولی اللہ کے فکر و فلسفہ پڑھنے کے لیے ایسے کامل علماء کی صحبت میسر رہی ہے۔ کلی طور سے تو نہیں لیکن کسی حد تک شاہ صاحبؒ کے فکر و فلسفہ کو سمجھنے کے لیے کوشش کرتا آ رہا ہوں۔ ابتداً اپنے شفیق استاد جناب پروفیسر علامہ غلام مصطفیٰ قاسمی صاحب کی خدمت میں رہ کر حضرت شاہ ولی اللہ کی چند کتابیں پڑھنے کی سعادت نصیب کی۔ یہی صحبت اور سعادت میرے لیے جہاں فکری و نظری وسعت کا سبب بنی وہاں حصول اسناد (ایم۔ فل) کا ذریعہ بھی بنی۔ اپنے شفیق و محترم استاد کی نگرانی میں شاہ صاحبؒ کے فقہی اختلافات مسائل جو کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کی مشہور تصنیف "حجۃ اللہ البالغہ" میں ہیں ان کو اپنی مادری زبان سندھی میں پیش کر کے جامعہ سندھ سے ایم فل کی سند حاصل کی۔

جب تلاش روزگار میں اسلام آباد آنا ہوا تو یہ آمد بھی میرے لیے باعث مسرت ثابت ہوئی کیونکہ یہاں مجھے شاہ صاحب کے فکر و فلسفہ کے ماہر مدیر جناب ڈاکٹر ہانی پوتہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقع ملا۔ حسب استطاعت شاہ صاحب کے نظریات کو سمجھنے کے لیے شب و روز اپنے شفیق استاد کے ساتھ منسلک رہا۔ جس کی بدولت شاہ صاحب کے اجتماعی اور سیاسی اور سماجی نظریات پر ایک جائزہ پیش کرنے کی ایک مختصر کوشش کی۔ یہ ایک جائزہ ہی ہے گو شاہ صاحبؒ کے ان نظریات پر علماء نے بھی کام کیا ہے۔ مختلف نام کی کتب بھی شائع ہو چکی ہیں۔ لیکن اساتذہ کی رہنمائی اور ان کتب ہی کی روشنی میں تدوین اور تجزیہ کی کوشش ضروری ہے جو اول ہے نہ آخر

بلکہ بہت سے ذہین اہل علم و نظر اس سلسلہ میں آ گئے ہیں۔ جن میں حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ، محقق استاد جناب پروفیسر علامہ غلام مصطفیٰ قاسمی پروفیسر ڈاکٹر ہالی پوتہ صاحب خاص اہمیت کے حامل ہیں، پروفیسر محمد سرور صاحب، پروفیسر بلیانی، پروفیسر مولانا محمد متین ہاشمی صاحب اختر نظامی نے بھی قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔ ہنوز بہت سے مترجمین اور شارحین جس کا اجمالی ذکر مقالہ میں کیا گیا۔ تعلیمات شاہ ولی اللہ پر کام کر رہے ہیں۔

میں نے اپنے مقالہ کو پانچ ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ پہلا باب شاہ صاحب کی مختصر سوانح اور شاہ ولی اللہ کے فلسفے پر تحقیق کرنے والے محققین کی خدمات کا تعارف، باب دوم فلسفہ و عقائد اس میں عقائد و فلسفہ کی اہمیت پر شاہ صاحب کے افکار کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ باب سوم انسانی معاشرے کے ارتقائی مراحل اور شاہ صاحب کے نظریات باب چہارم، انسانی معاشرہ اور سماجی مسائل پر تحقیقی جائزہ، باب پنجم، اصلاح معاشرہ اور شاہ صاحبؒ کے نظریات و افکار کا جائزہ۔

شاہ صاحب کی تعلیمات و نظریات پر انفرادی طور پر بہت سے لوگوں نے کام کیا ہے لیکن اساتذہ کی رہنمائی میں مذکورہ بالا جائزہ ایک جامع شکل میں پیش کیا ہے۔ جو شاہ صاحب کی اجتماعی اور اور سماجی نظریات کو سمجھنے کی ایک کاوش ہے۔ اور اس سلسلہ میں اس عظیم مفکر کی فکر اور تعلیم کو عام کرنے کے لیے اہل علم و حکمت کو آگے بڑھانا چاہیئے۔

میری کاوش شاہ ولی اللہ کی فکر و فلسفہ کو سمجھنے اور ان کے افکار سے دلچسپی رکھنے والے اہل علم کی اگر دلچسپی برقرار رکھ سکے۔ دینی مدارس کے طلبہ، علم دنیوی اور علوم سیاست کے طالبان اور جدید ماہرین اجتماعیت، سماجی بھلائی کے کارکنان اور انسانیت کی فلاح چاہنے والوں کو اگر اپنی طرف کھینچ سکتے تو میں یہ سمجھوں گا کہ میری محنت پھل لے آئی ہے۔ میرا مقالہ شاہ ولی اللہؒ کے نظریات و افکار سے کماحقہ آگہی نہ بہم پہنچا سکے لیکن راہ ضرور دکھلائے گا اور اس مقصد کا حصول ہی میرا مقصود ہے۔

تحقیقی مقالہ کی تکمیل کے سلسلے میں میں اپنے مہربان اساتذہ جناب پروفیسر ڈاکٹر عبدالواحد ہالی پوتہ صاحب، جناب علامہ غلام مصطفیٰ قاسمی کا نہایت شکر گزار ہوں اور ان کے لیے دعاگو ہوں میں اپنے والدین دیگر دوستوں رفقاء کا بھی ممنون ہوں جنہوں نے میری انفرادی اور اجتماعی طور پر مدد و معاونت کی میں جامعہ سندھ کے [illegible] کے لیے نیک خواہشات کا اظہار کرتا ہوں۔